ادارہ

تابعینِ کرامؒ کی باتیں

حضرت یونس بن عبید رحمہ اللہ

یونس نام۔ ابو عبید کنیت۔ بنی عبد قیس کے غلام تھے۔ حدیث میں اپنے عہد کے نہایت ممتاز حفاظ میں تھے۔ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں۔"کان ثقتہ کثیر الحدیث" صحابہ میں انہوں نے انس بن مالک کو دیکھا تھا۔ لیکن ان سے فیض یاب نہ ہو سکے۔ انہوں نے زیادہ تر حضرت حسن بصری سے استفادہ کیا تھا حضرت یونس بن عبید کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ آپ کی دیانت اور ایمانداری کے بے شمار واقعات ہیں ایک مرتبہ ایک خاص مقام پر ریشم کا نرخ بہت چڑھ گیا تھا۔ انہیں معلوم ہوا۔ تو انہوں نے ایک دوسرے مقام کے ریشم فروش سے تیس ہزار کا ریشم خرید لیا۔ بعد میں ان کو خیال آیا۔ تو اس بیچنے والے سے پوچھا۔ تم کو فلاں مقام پر مال کے نرخ چڑھنے کی خبر تھی۔ اس نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا۔ تو میں اپنا مال کیوں فروخت کرتا۔ یہ جواب سنا تو روپیہ لیکر مال واپس کر دیا۔

حضرت کعب بن سور رحمہ اللہ

ایک ممتاز تابعی ہیں۔ حضرت عمر فاروق کے ہم صحبت و ہم جلیس تھے۔ نہایت ذہین اور طباع تھے۔ عہد فاروقی میں وہ بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے اور عہد عثمانی میں بھی اسی عہدہ پر متمکن رہے۔ ان کے تقرر کا واقعہ یہ ہے کہ کعب ایک مرتبہ حضرت عمر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک عورت آپ کے پاس آئی۔ اور کہا کہ میں آپ کے پاس دنیا کے ایک بہترین آدمی کی شکایت لے کر آئی ہوں۔ کوئی آدمی عمل میں اس پر سبقت نہیں لے جا سکتا۔ اور اس کے جیسا عمل نہیں کر سکتا وہ قیام لیل میں صبح کر دیتا ہے۔ روزے میں سارا دن گذار دیتا ہے۔ اتنا کہنے کے بعد اس عورت کو شرم دامن گیر ہوئی اور اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ کہ امیر المومنین مجھے معاف فرمائیے۔ آپ نے فرمایا خدا تم کو جزا ء خیر دے۔ تم نے اچھی تعریف کی میں نے تم کو معاف کیا۔ اس کے بعد وہ عورت چلی گئی۔ اس کے واپس جانے کے بعد کعب نے حضرت عمر سے کہا کہ امیر المومنین! اس عورت نے آپ کے سامنے نہایت بلیغ پیرا یہ میں شکایت پیش کی ہے۔ فرمایا کیسی شکایت کعب نے کہا اپنے شوہر کی (یعنی وہ رات دن عبادت میں مشغول رہتا ہے اور اس کی طرف ملتفت نہیں ہوتا یہ سن کر حضرت عمر نے عورت کو بلوا کر کعب سے کہا تم دونوں کا فیصلہ کرو۔ کعب نے عرض کیا آپ کی موجودگی میں میں فیصلہ کروں؟ فرمایا جس چیز کو تم نے سمجھ لیا میں نہ سمجھ سکا۔ اس کا فیصلہ بھی تم ہی کو کرنا چاہئے کعب نے کلام پاک کی آیت سے استدلال پر کہ جب قرآن میں چار بیویوں کی اجازت ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے۔ کہ ہر چار شبانہ یوم میں ایک شبانہ یوم ہر بیوی کا حق ہوا۔ تو تنہا ایک بیوی کا کم سے کم یہی حق ہوگا۔ اس عورت کے شوہر کو تین دن روزہ رکھنے اور ایک دن بیوی کے لئے افطار کرنے اور تین رات عبادت کرنے اور ایک رات بیوی کے پاس رہنے کا حکم دیا۔

حضرت عمر یہ استدلال سن کر پھڑک اٹھے۔ اور فرمایا۔ کہ یہ (استدلال) میرے لئے پہلے (ذہانت) سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے۔ چنانچہ اس وقت ان کو بصرہ کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔

(ماخوذ)

مولانا ابو ریحان سیالکوٹی — قسط ۵

کشف سبائیت

اس لئے یہاں آپ کا سندیلوی صاحب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حوالہ دینا اگر بالفرض درست بھی ہوتا تو تب بھی اس سے آپ کی عبارت طرز استدلال اور نتیجۂ استدلال کی سبائیت نہ تو مبدل بسُنیت ہی ہوسکتی تھی اور نہ اسمیں کچھ تخفیف ہی آسکتی تھی حالانکہ اب تو آپ کا انکو اپنی صفائی میں پیش کرنا ہے ہی بالکل غلط اور بالکل بے محل جیسا کہ تفصیل ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ پر مظہری بہتان

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو اپنی صفائی میں قاضی صاحب کا پیش کرنا اس لئے غلط ہے کہ حضرت علیؓ نے کہیں بھی یہ استدلال حضرت معاویہؓ کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا۔ قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنے اس استدلال کو خود حضرت علیؓ کا پیش کردہ استدلال جو کہا ہے تو یہ انکا حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بہتان ہے۔ میں قاضی صاحب کو حضرت علیؓ پر مظہری بہتان تراشی کا بہت بڑا الزام دے رہا ہوں انکو چاہیئے کہ وہ میدان میں اتریں اور اپنے آپ کو اس الزام سے بری ثابت کرنے کیلئے ہمیں بتائیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے موقف کی تائید میں خود یہ استدلال کب اور کہاں پیش کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا استدلال صرف اتنا ہی منقول ہے جتنا قاضی نے سندیلوی صاحب کی عبارت میں "البدایہ والنہایہ" کے حوالہ سے نقل کیا ہے یعنی "انما الناس مع المھاجرین والانصار الخ" اور "انما ہذا للبدریین دون غیرھم" اور بس رہا اس سے آگے آیت "والسابقون الاولون" الآیۃ سے بھی اس موقع پر خود حضرت علیؓ کا استدلال کرنا؟ تو یہ ابھی تک قاضی صاحب کا صرف دعوی ہی دعوی ہے جسکا کوئی ثبوت انہوں نے پیش نہیں کیا۔ سندیلوی صاحب نے اس آیت کو حضرت علیؓ کی رائے کا اگر ماخذ قرار دیا ہے تو وہ انکا اپنا ایک خیال ہے خود حضرت علیؓ کا استدلال ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ حضرت علیؓ اس آیت سے خود استدلال کر ہی کیسے سکتے تھے جبکہ خود حضرت قاضی صاحب نے ہی یہ تصریح کردی ہے کہ دورِ صحابہؓ میں صحابہؓ کے پیش نظر یہ نصوص نہ تھیں۔ اسوقت صحابہؓ نے اجتہاد کی بنا پر اپنا اپنا موقف اختیار کیا تھا (خارجی فتنہ ص ۵۳۴ ج ۱)

لہذا قاضی صاحب کا حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنے اس استدلال کے بارے میں یہ کہنا کہ

"میں نے تو آیت والسابقون الاولون الآیۃ سے وہی استدلال پیش کیا ہے جو حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس آیت سے اپنے موقف کی تائید میں خود پیش فرمایا تھا"

یہ اگر حضرت علیؓ پر انکا بہتان نہیں ہے تو وہ اسکا ثبوت پیش کریں۔ ورنہ پھر بہتان تو بہرحال بہتان ہی ہے خواہ ابوریحان کا قاضی صاحب پر یا قاضی صاحب کا ہو حضرت علی المرتضیٰؓ پر ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جتنا فرق قاضی صاحب اور حضرت علی المرتضیٰؓ میں ہے اتنا ہی فرق ابوریحان کے بہتان میں (جبکہ وہ ثابت ہوجائے) اور قاضی صاحب کے بہتان میں بھی ہوگا۔

جب تک قاضی صاحب اسکا کوئی ثبوت پیش نہیں کرتے کہ حضرت معاویہؓ کے خلاف انکا یہ استدلال خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی پیش کردہ استدلال ہے اس وقت تک ان کے اس استدلال کو انکا اپنا استدلال ہی سمجھا جائیگا۔ جس کے ہر قسم کے نتیجہ کے ذمہ دار بھی وہ خود ہی قرار پائیں گے اور ان پر ہمارا اعتراض بھی اس وقت تک بحال رہے گا۔ دیکھیئے قاضی صاحب اس بارِ ثبوت سے کب عہدہ برآ ہوتے ہیں اور کب ہمارے اعتراض کا جواب دیتے ہیں؟

سندیلوی عبارت سے مظہری استناد کی حقیقت

باقی رہا قاضی صاحب کا اپنی صفائی میں سندیلوی صاحب کی عبارت کو پیش کرنا اور یہ کہنا کہ "میں نے تو ------ اس سلسلے مولانا سندیلوی کی ہی عبارت پیش کی تھی" (ص ۳۶) نیز یہ کہ حضرت علیؓ کے خود پیش کردہ استدلال کو "نقل کرنے والے بھی مولانا سندیلوی ہیں" (ص ۳۸) یہ بھی قاضی صاحب کو ہرگز ہرگز مفید نہیں کیونکہ حضرت علیؓ کے جس استدلال کو سندیلوی صاحب نے قاضی صاحب کے بقول نقل کیا ہے جب سرے سے وہ استدلال ہی حضرت علیؓ کا ثابت نہ ہوا تو اصولی طور پر سندیلوی صاحب کی وہ نقل اور عبارت ہی سرے سے بے بنیاد ہوئی اور ایسی بے بنیاد نقل و عبارت سے استناد اور وہ بھی ایک جلیل القدر مجتہد صحابیؓ کے خلاف؟ جتنا کچھ مفید اور موثر ہوسکتا ہے سب جانتے ہیں۔ لہذا اس اعتبار سے بھی حضرت معاویہؓ کے خلاف اس آیت سے قاضی صاحب کا استدلال خالص خود انکا اپنا ہی استدلال قرار پاتا ہے اور اس قسم کے نتیجے کے ذمہ دار بھی وہ خود ہی ٹھہرتے ہیں۔

قاضی صاحب چاہتے تو سندیلوی صاحب کی اس نقل و عبارت کو ہی غلط قرار دے سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے تو حضرت معاویہؓ کے اجتہادی موقف کو ہی بہر صورت غلط ٹھہرانا تھا اس کیلئے ایسی بے بنیاد نقل و عبارت کا سہارا بھی انکو کافی تھا لہذا انہوں نے اس بے بنیاد نقل و عبارت کو تو صحیح فرض کرلیا اور اسکی بنیاد پر حضرت معاویہؓ کے موقف کو بڑی تحدی کے ساتھ غلط قرار دیدیا۔ اسپر بھی غرّہ انکو یہ ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کی شرعی عظمت کا پورا پورا تحفظ کیا ہے۔

یہ تو گفتگو تھی قاضی صاحب کے لکھے ہوئے کے مطابق لیکن جہانتک امر واقعہ کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ آیت "اتباع باحسان" سے سندیلوی صاحب کے جس استدلال کو قاضی صاحب نے اسی آیت سے اپنے استدلال کی بنیاد بنایا ہے وہ استدلال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیش کردہ نہیں بلکہ سندیلوی صاحب کا ہی پیش کردہ ہے سندیلوی صاحب اس کے ناقل نہیں بلکہ خود ہی اس کے مستدل ہیں لیکن یہ بعینہ وہی استدلال ہرگز نہیں ہے جو اس آیت سے قاضی صاحب نے کیا ہے۔ قاضی صاحب کا اپنے استدلال کو وہی استدلال بتانا جو اس آیت سے سندیلوی

صاحب نے کیا ہے (جسکو قاضی صاحب غلطی سے حضرت علیؓ کا پیش کردہ استدلال کہہ رہے ہیں) بالکل غلط ہے ان سندیلوی و مظہری دونوں استدلالوں میں نسبت توافق کی ہرگز نہیں بلکہ تضاد کی ہے۔ کیونکہ

الف: سندیلوی استدلال، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہادی موقف کیلئے تھا جبکہ مظہری استدلال، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی موقف سے متعلق ہے۔

ب: سندیلوی استدلال، حضرت علیؓ کے موقف کی تائید و تصحیح کیلئے تھا جبکہ مظہری استدلال حضرت معاویہؓ کے موقف کی تردید و تغلیط کیلئے ہے۔

ج: سندیلوی استدلال، قاعدہ کے مطابق محض ظنی تھا چنانچہ انہوں نے اپنا استدلال شروع ہی ان الفاظ سے کیا تھا کہ "ان کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رائے کا ماخذ سورۃ التوبۃ پارہ ۱۱ کی مندرجہ ذیل آیت تھی" (ماہنامہ حق چاریار ص ۳۸) یہ سندیلوی صاحب اپنا خیال ظاہر کر رہے ہیں۔ اس آیت کو حضرت علیؓ کے مؤقف کی قطعی دلیل نہیں بنا رہے۔ جبکہ اس کے بالمقابل مظہری استدلال بالکل خلاف قاعدہ قطعی ہے۔ تبھی تو قاضی صاحب اپنے اس استدلال پر سندیلوی صاحب کو یہ چیلنج دیتے ہیں کہ "مسئلہ حالات کا نہیں مسئلہ نص قرآنی کے تقاضا کا ہے" قرآن کا جواب قرآن سے چاہیئے۔ اگر جواب نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے توالخ"۔ (خارجی فتنہ ص ۷۷۴/ج ۱) اور ایسی چیلنج بازی، قطعی دلیل اور اس سے قطعی استدلال پر ہی ہوسکتی ہے۔

د: سندیلوی استدلال کا نتیجہ حضرت علیؓ کے مؤقف کا بالکل صحیح ہونا تھا چنانچہ سندیلوی صاحب نے اس آیت سے استدلال کرکے خود ہی اسکا نتیجہ یوں بیان کیا تھا کہ "شرعی زاویہ نظر سے انکا موقف بالکل صحیح تھا اسپر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں" (حق چاریار ص ۳۷) جبکہ مظہری استدلال کا نتیجہ حضرت معاویہؓ کے مؤقف کا بالکل غلط ہونا ہے چنانچہ قاضی صاحب نے اس آیت سے استدلال کرکے خود ہی اسکا نتیجہ یوں بیان کیا ہے کہ "تو اس صورت میں حضرت معاویہؓ کے مؤقف کو کون صحیح کہہ سکتا ہے" (خارجی فتنہ ص ۷۶۴/ج ۱)

یہ سب تو اس وقت ہے جبکہ سندیلوی استدلال کو مثبت لیا جائے۔ لیکن اگر اس کا منفی پہلو لیکر مظہری استدلال کی طرح اس کو بھی حضرت معاویہؓ کے خلاف ہی قرار دے لیا جائے تو تب بھی قاضی صاحب یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے اس آیت سے وہی استدلال پیش کیا ہے جو سندیلوی صاحب نے نقل کیا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں بھی ان دونوں استدلالوں میں کئی طرح سے فرق موجود ہے۔

الف: سندیلوی استدلال میں مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین کو اس آیت کی رُو سے سب مسلمانوں کا متبوع و مقتدا کہا گیا تھا۔ بعد والوں پر ان کی پیروی لازم ہونے کی تعبیر اختیار نہ کی گئی تھی۔ جبکہ مظہری استدلال میں از روئے نص قرآنی ان کی پیروی لازم ہونے کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ اور کسی کا متبوع و مقتدا ہونا اس سے کسی مسئلہ میں اختلاف کے منافی نہیں ہوتا۔ ایک آدمی اپنے کسی متبوع و مقتدا سے کسی مسئلہ میں اختلافِ رائے کرکے بھی بدستور اسکا تابع و مقتدی اور وہ دوسرا آدمی بدستور اسکا متبوع و مقتدا رہ سکتا ہے۔

قاضی صاحب کو ہی لیجئے! وہ، حضرت معاویہؓ، حضرات حکمین، حضرات عائشؓ طلحہ، زبیر و دیگر اصحاب جمل و صفین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو یقینا اپنا متبوع و مقتدا ہی جانتے، مانتے اور کہتے ہوں گے لیکن اس کے باوجود ان کی جملی و صفینی رائے سے وہ اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ بخلاف کسی کی پیروی کے لازم ہونے کے کہ اس صورت میں اس سے کسی مسئلہ میں اختلاف کرنا اس کے منافی ہوتا ہے، ایک آدمی اپنے کسی ایسے آدمی سے جسکی پیروی اس پر لازم ٹھہرائی گئی ہو اختلاف رائے کرکے اسکا پیرو نہیں قرار پاسکتا۔

لہذا سندیلوی استدلال کا منفی پہلو لیکر اسکو حضرت معاویہؓ کے خلاف بھی اگر بنالیا جائے تو تب بھی انکی اس متبوعیت ومقتدائیت والی تعبیر میں ان کی طرف سے عذر پیش کئے جانے کی گنجائش بھی موجود ہے۔ یعنی ان کے صفینی مؤقف کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس نصوص قرآنی کے تقاضا کے خلاف نہ تھا۔ کیونکہ اس نص کا تقاضا سابقین مہاجرین و انصار کا متبوع ومقتدا ہونا ہے۔ سو حضرت معاویہؓ بھی انکو اپنے اختلاف کے باوجود اپنا متبوع ومقتدا ہی جانتے اور مانتے تھے، بخلاف مظہری استدلال اور اسکی تعبیر کے کہ وہ حضرت معاویہؓ کے صفینی موقف کو اس نص قرآنی کے خلاف تو ٹھہرتا ہے لیکن اسمیں ان کی طرف سے کسی ایسی توجیہ یا عذر معذرت کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا ہے۔

ب: پھر سندیلوی استدلال میں متبوع ومقتدا ہونا بھی مطلقاً سابقین مہاجرین وانصار کا بیان کیا گیا تھا ان میں کے کسی خاص فرد کا متبوع ومقتدا ہونا بیان نہ کیا گیا تھا۔ اور مشاجرات میں چونکہ سب سابقین مہاجرین وانصار کا ایک ہی موقف نہ تھا بلکہ خود ان کے بھی مختلف مواقف تھے اس لئے ان میں سے کسی بھی موقف کی اتباع واقتدا کر کے حضرت معاویہؓ کیلئے اپنے مؤقف میں نص قرآنی کی مخالفت کے الزام سے بچنے کا موقع سندیلوی استدلال میں موجود تھا۔ اس کیلئے سبھی سابقین مہاجرین وانصار کے سبھی مواقف کی اتباع واقتدا ضروری نہ تھی۔ بخلاف مظہری استدلال کے کہ اس میں چونکہ مہاجرین اولین کے ایک خاص فرد یعنی حضرت علیؓ کی پیروی کو لازم بنایا گیا ہے اس لئے اسمیں خاص حضرت علیؓ کی پیروی نہ کرنے کی صورت میں نص قرآنی کی مخالفت کے الزام سے بچنے کا حضرت معاویہؓ کیلئے کوئی موقع نہیں ہے۔ بس یا پیروی یا نص قرآنی کی مخالفت کا الزام۔

ج: نیز سندیلوی استدلال میں سابقین مہاجرین وانصار کی اتباع کو رضاء الٰہی کا سبب کہا گیا تھا۔ اور قاعدہ ہے کہ ایک مسَبَّب کے اگر کئی سبب ہوں تو کسی ایک سبب کے نہ پائے جانے سے اس مُسَبَّب کا نہ پایا جانا لازم نہیں آیا کرتا۔ لہذا حضرت معاویہؓ اگر سابقین مہاجرین وانصار میں سے کسی فریق کی بھی اتباع واقتدا بالفرض نہ کرتے تو تب بھی ان کا رضاء الٰہی سے محروم ہونا سندیلوی استدلال کی رُو سے لازم نہ آتا تھا اس لئے کہ صحابہؓ سے رضاء الٰہی کے اور بھی بہت سے اسباب موجود تھے، اس خاص سبب سے نہ سہی دوسرے اسباب سے وہ مُسَبَّب کہی جاسکتی تھی۔ بخلاف مظہری استدلال کے کہ اس میں مہاجرین اولین وانصار کی اس اتباع کو رضاء الٰہی کی شرط قرار دیا گیا ہے اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ شرط کے فوت ہوجانے سے مشروط فوت ہوجایا کرتا ہے، لہذا حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت علیؓ یا کسی بھی سابق مہاجر وانصار کی اتباع نہ پائی جانے کی صورت میں ان کیلئے رضاء الٰہی کے نہ پائے جانے کے سوا مظہری استدلال کا اور کوئی نتیجہ نہیں ہوسکتا۔

د: اسی طرح چوتھا فرق دونوں استدلالوں میں یہ بھی ہے کہ سندیلوی استدلال میں قیاس کا صرف ایک ہی مقدمہ مذکور تھا یعنی "سابقین مہاجرین وانصار کی اتباع کا سبب رضاء الٰہی ہونا" اسکا دوسرا مقدمہ یعنی "حضرت معاویہؓ کا ان کی اتباع نہ کرنا" اسمیں مذکور نہ تھا۔ لہذا اس دوسرے مقدمہ کی ذمہ داری سندیلوی صاحب پر نہ تھی بلکہ سندیلوی استدلال سے مظہری استدلال والا اسبائی نتیجہ نکالنے کیلئے جو یہ مقدمہ اس میں جوڑتا وہی اس کا ذمہ دار بھی ٹھہرتا۔ بخلاف مظہری استدلال کے اسمیں قیاس کے یہ دونوں مقدمے بالتصریح عبارۃ النص کے طور پر موجود تھے لہذا اس کے سبائی نتیجہ کے ذمہ دار بھی صرف اور صرف قاضی صاحب ہی تھے۔

الغرض آیت اتباع باحسان سے حضرت معاویہؓ کے خلاف قاضی صاحب کے استدلال کی کسی قسم کی ذرہ برابر بھی کوئی ذمہ داری حضرت علی رضی اللہ عنہ یا سندیلوی صاحب پر نہیں آتی بلکہ اس کے تمام تر ذمہ دار تن تنہا خود قاضی صاحب ہی اور نہ سندیلوی عبارت سے مظہری عبارت، طرز استدلال اور نتیجہ استدلال کی سبائیت میں کچھ تخفیف ہی آتی ہے حضرت علیؓ کا پیش کردہ تو یہ استدلال سرے سے ہے ہی نہیں قاضی صاحب کا اسکو حضرت علیؓ کا پیش کردہ استدلال کہنا

انپر مظہری بہتان ہے۔ اور سندیلوی صاحب نے جو اس آیت سے استدلال کیا ہے تو وہ مظہری استدلال سے مختلف ہے۔ اپنی اصلی یعنی مثبت حیثیت میں تو وہ حضرت علیؓ کے موقف کی تائید و تصحیح کیلئے ہے، حضرت معاویہ کے موقف کی تردید و تغلیط کیلئے نہیں جبکہ مظہری استدلال کا مقصد ہی حضرت معاویہؓ کے موقف کی تردید و تغلیط ہے۔ فشتان ما بینہما۔ کہاں حضرت علیؓ کے موقف کی تائید و تصحیح اور کہاں حضرت معاویہؓ کے موقف کی تردید و تغلیط؟ اور اگر سندیلوی استدلال کو منفی بنا کر اس کو بھی حضرت معاویہؓ کے موقف سے ہی متعلق کر لیا جائے تو پھر بھی سندیلوی اور مظہری استدلال ایک دوسرے سے مختلف ہیں ایک تو اس لحاظ سے کہ سندیلوی استدلال کا نتیجہ حضرت معاویہؓ کا رضاء الٰہی سے مشرف نہ ہوسکنا اور ان کے موقف کا اس نص قرآنی کے خلاف ہونا، یقینی نہیں جبکہ مظہری استدلال کا نتیجہ اس کے سوا کچھ اور بنتا ہی نہیں۔ اور دوسرا اس اعتبار سے یہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں کہ سندیلوی استدلال کی تعبیر میں حضرت معاویہؓ کی طرف سے صفائی پیش کیجانے کی گنجائش بھی موجود ہے جبکہ مظہری استدلال کی تعبیر میں یا تو ایسی گنجائش ہے ہی نہیں یا اتنی نہیں۔

لہذا قاضی صاحب اپنے استدلال کی، طرز استدلال کی، غرض استدلال کی اور نتیجہ استدلال کی بات کریں۔ سندیلوی صاحب کی عبارت کو چھوڑیں کہ وہ ان کے مطلب کی نہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تو اس سلسلے میں قاضی صاحب، نام بھی نہ لیں کہ ان کا دامن مظہری استدلال سے اس طرح پاک ہے جس طرح دم عثمانؓ سے۔

آیت میں اتباع سے کون سی اتباع مراد ہے؟

آخری مسئلہ اپنے تبصرے کی پہلی قسط میں قاضی صاحب نے یہ اٹھایا ہے کہ آیت "والذین اتبعوھم باحسان" میں مذکور اتباع سے یہاں کونسی اتباع مراد ہے؟

پس منظر اس کا یہ ہے قاضی صاحب نے سندلوی صاحب کی سند میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف آیت اتباع باحسان سے استدلال کرتے ہوئے ان کے بارے میں دو باتیں کہی تھیں ایک یہ کہ "ان سے اللہ کی رضا مشروط تھی، مہاجرین اولین و انصار کی اتباع باحسان کیساتھ" اور دوسری یہ کہ " یہ اتباع انہوں نے نہیں کی تھی بلکہ الٹا حضرت علیؓ جیسے مہاجر سابق اور موعود خلیفہ راشد کی قولی و فعلی مخالفت کی تھی" قاضی صاحب کی ان دونوں باتوں کا منطقی نتیجہ، حضرت معاویہؓ کا اللہ کی رضاء سے مشرف نہ ہوسکنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ میں نے مظہری استدلال کا یہ نتیجہ دکھلا کر پہلے تو یہ بتلایا تھا کہ مظہری استدلال کا یہ انداز اور اسکی یہ تعبیر اصول اجتہاد اور حضرت معاویہؓ جیسے جلیل القدر مجتہد صحابی کی شان کے خلاف ہے۔ پھر میں نے یہ بتاتے ہوئے کہ حضرت معاویہؓ نے رضاء الٰہی کی یہ شرط بھی علیٰ وجہ الاتم پوری کی تھی اور دیگر صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کی طرح وہ بھی رضاء الٰہی سے بجا طور پر مشرف تھے ایک بات یہ لکھی تھی کہ

"آیت زیر بحث میں جس اتباع باحسان کا ذکر ہے اس سے تقریبا بالاتفاق اتباع ایمانی و احسانی مراد ہے نہ کہ اتباع اجتہادی اور یہ اتباع حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ سمیت تمام ہی السابقون الاولون کی کر کے رضاء الٰہی کی یہ شرط بھی چونکہ پوری کردی تھی اس لئے اس آیت کی رو سے بھی وہ رضاء الٰہی سے بجا طور پر مشرف ٹھہرتے ہیں" (ملخصاً)

لیکن قاضی صاحب کو یہ پسند نہ آیا کہ حضرت معاویہؓ، رضاء الٰہی کی یہ شرط پوری کرتے ہوئے نظر آئیں اس لئے انہوں نے میری اس بات کو رد کرنا اور حضرت معاویہؓ کو رضاء الٰہی کی یہ شرط پوری نہ کرتا ہوا ہی دکھانا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اسکا حاصل انہی کے الفاظ میں درج ذیل یہ تین باتیں ہیں۔

الف: مولانا ابوریحان کا یہ حصہ صحیح نہیں کہ والذین اتبعوھم باحسان میں صرف ایمان کی اتباع مراد ہے۔ یہ صرف ایک قول ہے دوسری تفاسیر میں ایمان کے علاوہ دوسرے اقوال واعمال میں بھی اتباع مراد ہے۔

ب: میری بحث مولانا ابوریحان سے اس بات میں ہے کہ کیا حضرت علی المرتضیٰؓ نے بھی والذین اتبعوھم سے صرف ایمان میں اتباع مراد لی ہے یا دوسرے امور میں بھی۔ تو مولانا سندیلوی کی تشریح کے مطابق حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایمان کے علاوہ دوسرے امور میں بھی اتباع مراد لی ہے۔

ج: کیا عہد قرآن کے چوتھے موعودہ خلیفہ راشد جو مہاجرین اولین میں سے ہیں، کیا ان کے ساتھ جنگ کرنا بھی خوبی کے ساتھ پیروی میں شامل ہے؟ (ص ۳۹، ۴۰)

قاضی صاحب، حضرت معاویہؓ کو رضاء الٰہی والی شرط پوری نہ کرنے والا بنانے پر ہی آخر کیوں بضد ہیں؟

قاضی صاحب کی مذکورہ باتوں کا جواب عرض کرنے سے پہلے یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ آیت اتباع باحسان، سندیلوی صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید میں پیش کی تھی، میں نے اس کی تردید نہ کی تھی، حضرت علیؓ نے اس اتباع سے جو بھی اتباع مراد لی تھی میں نے اسکی تغلیط نہ کی تھی۔ موقف مرتضویؓ کی یہ سندیلوی دلیل میں نے نہ توڑی تھی۔ انکو بے دلیل میں نے نہ بتایا تھا۔ کیا تھا تو صرف یہ کہ قاضی صاحب نے اس آیت کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر پلٹتے ہوئے ان پر نص قرآنی کی مخالفت کا جو سہائی الزام لگایا تھا میں نے اس سے ان کی براءت بیان کی تھی۔ انکو اس نص قرآنی پر بھی عمل کرتا ہی دکھایا تھا۔ اسی طرح قاضی صاحب نے انکو رضاء الٰہی والی شرط پوری نہ کرنے والا بتا کر رضاء الٰہی سے ان کے مشرف نہ ہوسکنے کا جو تاثر دیا تھا میں نے اس کا ازالہ کیا تھا۔ ان کو رضاء الٰہی والی یہ شرط پوری کرنے والا بتا کر دیگر صحابہؓ کی طرح انکا بھی رضاء الٰہی سے مشرف ہونا بیان کیا تھا۔

اور اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موقف نوران کے موقف کیلئے اس آیت سے کئے گئے سندیلوی استدلال پر قطعاً کچھ زد نہ پڑتی تھی۔ کیونکہ مدمقابل مجتہدین میں سے ایک مجتہد کے استدلال کا دوسرا مجتہد اگر کوئی جواب دیدے یا اپنے مذہب کے مطابق اسکی کوئی تاویل کردے تو اس سے مستدل مجتہد کا استدلال ختم یا مجروح نہیں ہوجایا کرتا۔ بلکہ مجیب مجتہد سے مخالفت نص کا الزام صرف دور ہوجایا کرتا ہے۔ مثلاً رفع یدین یا قراءۃ فاتحہ خلف الامام جیسے فقہی اختلافی مسائل میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اگر ادلۂ شافعیہ کا جواب دیتے یا اپنے مذہب کے مطابق انکی کوئی تاویل کرتے ہیں تو اس سے امام شافعی رحمہ اللہ کے دلائل اور ان سے ان کے استدلالات ہی ختم نہیں ہوجاتے اسی طرح بالعکس بھی۔ بلکہ مجیب مجتہد سے مخالفت نصوص کا الزام صرف دور ہوجاتا ہے اسی طرح یہاں سمجھئے کہ آیت اتباع باحسان سے سندیلوی صاحب نے حضرت علیؓ کے موقف کی تائید میں استدلال کیا تھا۔ قاضی صاحب نے اصول اہل السنتہ اور قواعد اجتہاد کے بالکل خلاف انکو حضرت معاویہؓ پر پلٹ کر ان پر اس نص قرآنی کی مخالفت کا الزام لگادیا اور انکو رضاء الٰہی والی یہ شرط پوری نہ کرنے والا بتا کر نتیجتہً انکو رضاء الٰہی سے محروم بنادیا تھا، میں نے ان کی طرف سے جوابدہی کرتے ہوئے نص قرآنی کی مخالفت والے اس مظہری الزام سے ان کی براءت بیان کی تھی انکو رضاء الٰہی والی یہ شرط بھی پوری کرنے والا بتا کر ان کو بھی رضاء الٰہی سے مشرف بنایا تھا اس سے نہ حضرت علیؓ کے موقف پر کوئی زد پڑی تھی اور نہ انکا سندیلوی استدلال ہی ختم یا مجروح ہوا تھا۔

سوال یہ ہے کہ پھر بھی قاضی صاحب کو اس پر یوں ردوکد کی ضرورت آخر کیوں پیش آئی؟ حضرت معاویہ کی یہ

براءۃ انکو آخر کیوں نہ بھائی؟ انکو ضرور بالضرور رضاء الٰہی والی یہ شرط پور نہ کرنے والا بنانے پر ہی آخر وہ کیوں بضد ہیں؟ انکو نص قرآنی کی مخالفت کرتا دکھانے پر ہی آخر وہ کیوں مصر ہیں؟ انکو اس نص قرآنی پر بھی عمل کرتا اور رضاء الٰہی کی یہ شرط بھی پوری کرتا دیکھنا آخر وہ کیوں برداشت نہیں کرسکتے؟

آخر کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے۔

اس کے بعد اب ملاحظہ ہو بالترتیب قاضی صاحب کی مذکورہ باتوں کا جواب۔

میں نے اس اتباع کا حصر نہیں کیا اتباع ایمانی میں

پہلی بات قاضی صاحب نے میرے بارے میں یہ لکھی ہے کہ "میں نے آیت اتباع باحسان والی اتباع کا حصر کردیا ہے اتباع ایمانی میں جو کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ صرف ایک قول ہے دوسری تفاسیر میں ایمان کے علاوہ دوسرے اقوال و اعمال میں بھی اتباع مراد ہے"

سو اس سلسلے میں پہلی گذارش یہ ہے کہ میں نے اس اتباع کا اتباع ایمانی میں حصر نہیں کیا بلکہ اتباع ایمانی کے بعد اتباع اجتہادی والا احتمال بھی دوسرے نمبر پر بیان کیا ہے۔ جسکی تفصیل میری کتاب کے دوسرے باب میں بیان ہوئی ہے جہاں میں نے اس اتباع کی مراد پر تفصیلی گفتگو کی ہے[1]

قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ پر اس نص قرآنی کی مخالفت اور رضاء الٰہی والی یہ شرط پوری نہ کرنے والا جو الزام لگایا ہے میں نے اس سے حضرت معاویہؓ کی براءت بیان کرتے ہوئے یہاں نمبر وار پانچ باتیں عرض کی تھیں پہلی یہ کہ اس اتباع سے اتباع ایمانی مراد ہے نہ کہ اتباع اجتہادی۔ اور دوسری یہ کہ اگر اتباع اجتہادی بھی مراد لے لی جائے تو چونکہ حضرت معاویہؓ بھی مجتہد تھے اس لئے اتباع اجتہادی، مجتہدانہ مراد ہوگی نہ کہ محض مقلدانہ اس کے بعد تیسرے، چوتھے اور پانچویں نمبر پر میں نے حضرت معاویہؓ کے اس مظہری استدلال کا غیر تام، مضر اور نقصان دہ ہونا بیان کیا تھا۔

قاضی صاحب نے میری ان تمام باتوں کو تو چھوڑ دیا صرف اتباع کی مراد میں میرا بیان کردہ اتباع ایمانی والا صرف پہلا احتمال لیکر اسکو میری طرف سے اتباع ایمانی میں حصر کرنا بنادیا اور پھر اس کے غیر صحیح ہونیکا فتویٰ بھی لگادیا۔ حالانکہ میں نے اتباع ایمانی کے بعد اتباع اجتہادی والا احتمال بھی ذکر کیا تھا جس سے حصر کا شبہ تک بھی باقی نہ رہا تھا۔ لیکن قاضی صاحب نے یہاں میری دوسری باتوں کے ساتھ اس کو بھی یکسر نظر انداز کردیا۔ اگر وہ دوسری باتوں کو فی الحال نہ چھیڑنا چاہتے تھے تو نہ سہی لیکن جس بات کو چھیڑا تھا اسکو تو پوری کرلینا چاہیئے تھا۔ لیکن قاضی نے وہ بات بھی آدھی لی اور دوسری آدھی چھوڑ دی۔

مجھ سے ان کی عبارت صرف آگے پیچھے ہوگئی تھی تو وہ میری دیانت و امانت کو زیر بحث لے آئے تھے، لیکن

---

(1) واضح رہے کہ حضرت معاویہؓ کے خلاف اس مظہری استدلال پر ہم نے اپنی کتاب میں دو جگہ گفتگو کی ہے ایک یہاں پہلے باب میں اور دوسری مرتبہ دوسرے باب میں۔ یہاں اسپر گفتگو کا اصل مقصد یہ بتانا ہے کہ اس مظہری استدلال کا طرز تعبیر، اصول اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے خلاف، مضر اور نقصان دہ ہے۔ اتباع کی مراد بیان کرنا یہاں مقصود اصلی نہیں وہ یہاں ضمناً بیان ہوئی ہے اسی لئے اسمیں یہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ اور دوسرے باب میں اصل گفتگو ہی چونکہ اتباع کی مراد پر ہے اس لئے وہاں ہم نے اس پر قدرے تفصیل سے گفتگو کی ہے لیکن یہاں بھی ہم صرف ایک اتباع ایمانی والا احتمال ہی ذکر نہیں کیا بلکہ اتباع اجتہادی والا دوسرا احتمال بھی ذکر کیا ہے۔ لہذا قاضی صاحب کا یہ کہنا کہ ہم نے اتباع کا اتباع **ایمانی میں حصر** کردیا ہے محض غلط ہے۔

یہاں دیکھیے کہ میری عبارت کے ساتھ ابنی اس کتر بیونت کو وہ کیا نام دیتے ہیں؟

دوسری گذارش یہ ہے کہ میں نے تو یہاں اتباع ایمانی والی مراد کیساتھ اتباع اجتہادی والی مراد کا بھی ذکر کیا تھا، اس کے باوجود قاضی صاحب اسکو میرا اتباع ایمانی میں حصر کرنا بتلاتے ہیں لیکن خود انہوں نے حضرت معاویہؓ پر اس نص قرآنی کی مخالفت اور رضاء الٰہی کی یہ شرط پوری نہ کرنے کا الزام لگایا ہی صرف اور صرف اتباع انتخابی والے ایک احتمال پر ہے۔ اور اس کے ساتھ دوسرا کوئی احتمال انہوں نے ذکر ہی نہیں کیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ قاضی صاحب کا اس اتباع کا اتباع انتخابی میں حصر کرنا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو میں نے تو اتباع ایمانی کے ساتھ یہاں اتباع اجتہادی والا ایک دوسرا احتمال بھی ذکر کیا تھا پھر وہ کیسے اتباع ایمانی میں حصر کرنا ہوگیا؟ اور اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ اس اتباع کا اتباع انتخابی میں قاضی صاحب کا حصر کرنا صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو پھر میں نے اگر بالفرض اس اتباع کا اتباع ایمانی میں حصر کیا ہی تھا تو وہ کیسے غیر صحیح ہوگیا؟ اور اگر قاضی صاحب کا یہ حصر بھی غلط ہے تو جو غلط کام وہ خود مجھ سے پہلے کر چکے ہیں اسکا مجھ پر اعتراض کیسے کر رہے ہیں اور کیسے کرسکتے ہیں؟

تیسری گذارش یہ ہے کہ آیت زیر بحث والی اتباع کی مراد میں اتباع ایمانی والا احتمال تو قاضی صاحب بھی مانتے ہی ہیں لہذا جب تک پہلے وہ اس احتمال کو ختم نہیں کر دیتے اس وقت تک حضرت معاویہؓ کے خلاف، اتباع انتخابی کے احتمال پر اس آیت سے انکا استدلال "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" کے ضابطہ کے تحت باطل ہے۔ قاضی صاحب پہلے اتباع ایمانی و اجتہادی وغیرہ والے تمام احتمالات کو باطل کریں پھر اتباع انتخابی کے احتمال پر حضرت معاویہؓ کے خلاف اس آیت سے استدلال کریں۔ واذ لیس فلیس۔ دیگر احتمالات کے ہوتے ہوئے اتباع انتخابی والے منجملہ ایک احتمال کی بنیاد پر حضرت معاویہؓ کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ ہاں اتباع انتخابی والے احتمال کے ہوتے ہوئے اتباع ایمانی وغیرہ والے کسی بھی احتمال کی بنیاد پر انکو نص قرآنی کی مخالفت وغیرہ کے اس مظہری الزام سے بری ضرور قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ الزام کیلئے تو یقینی دلیل درکار ہوا کرتی ہے جبکہ براءۃ از الزام کیلئے شک بھی کافی ہوجایا کرتا ہے۔ مجھے تو صرف ضابطے کی حد تک ہی یہ بات معلوم ہے اور قاضی صاحب کا تو ساری زندگی کا یہ عملی تجربہ بھی ہے۔

چوتھی گذارش یہ ہے کہ آیت زیر بحث والی اتباع کی مرادیں جب قاضی صاحب کے نزدیک بھی مختلف و متعدد ہوئیں تو صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے بارے میں ان میں سے وہی مراد لیجائیگی جو صحابہؓ کی شان کے مطابق ہوگی۔ وہ نہ لیجائیگی جو کسی صحابی کی شان کے خلاف ہو یا جس سے کسی صحابی پر کوئی الزام آتا ہو۔

بنا بریں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بالفرض اس آیت سے اگر خود بھی استدلال کیا اور اس اتباع سے انتخابی اتباع مراد لی ہے تو یہاں چونکہ یہی مناسب ہے اس لئے یہاں یہی اتباع مراد لیں گے۔ لیکن دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر چونکہ اس مراد سے الزام آتا ہے لہذا وہاں یہ مراد نہ لیں گے بلکہ ان کی طرف سے جوابدہی کرتے ہوئے وہاں اتباع ایمانی وغیرہ ہی مراد لیں گے۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف و استدلال بھی صحیح رہے گا اور دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس نص قرآنی کی مخالفت وغیرہ کا الزام بھی عائد نہ ہوگا۔

اور تھے چونکہ دونوں ہی بزرگ مجتہد اور ہر مجتہد کو اپنے اجتہادی موقف سے متعلقہ نص کی استدلالی یا جوابی تاویل کا چونکہ حق حاصل ہوتا ہے لہذا یہاں بھی حضرت علی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) دونوں ہی بزرگوں کو اپنے اپنے اجتہادی موقف کے پیش نظر اس اتباع کی مراد متعین کرنیکا پورا پورا حق حاصل ہوگا۔ ایک کی تاویل سے دوسرے کا حق تاویل ختم نہ ہوگا۔ اور ہر ایک کی تاویل اسی کے موقف کی بس تائید ہی کریگی، مدمقابل دوسرے مجتہد کے موقف کی تردید نہ کریگی۔ جیسا کہ اجتہادی دلائل کی شان ہوا کرتی ہے۔ جسپر قدرے تفصیلی گفتگو ہم اپنی کتاب "سبائی فتنہ" کی دوسری جلد میں کر چکے ہیں۔